رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

دیں کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے	عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا	اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کر دیگا (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا (الہام مسیح موعود)

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح - شرائط بیعت سلسلہ احمدیہ ص۱
اخبار احمدیہ ص۲
بانی آریہ سماج کی شرمناک تعلیم میں یہ کچھ ہے ص۳
خطبہ جمعہ (دین کیلئے زندگی وقف کرنیکی تحریک) ص۵
النظر (انوکھی ام السنۃ) ص۶
روئداد مباحثہ موضع گوڑیاد ص۹
ہنگامہ یورپ - ہندوستانکی خبریں ص۱۱
اشتہار ص۱۲

جلد ۶	یکم اکتوبر ۱۹۱۸ء	سہ شنبہ	۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ	نمبر ۲۷

مدینۃ المسیح

خاندان مسیح موعود اور حضرت خلیفہ اول رضؓ کے ہاں خدا کے فضل سے خیریت ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے نظام جماعت میں اور زیادہ خوبی اور عمدگی پیدا کرنے کے لئے کچھ تجاویز فرمائی ہیں۔ جو انشاء اللہ عنقریب شائع ہونے والی ہیں۔

سید احمد نور صاحب مہاجر جنہیں ناک کی بیماری کی وجہ سے اس وقت تک بہت تکلیف اُٹھانی پڑی ہے۔ تاحال صحتیاب نہیں ہوئے۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرمادیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُرانے خدام میں سے ہیں۔

شرائط بیعت سلسلہ احمدیہ

اول بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کریوے کہ آئندہ اُس وقت تک کہ قبر میں داخل ہوجائے شرک سے مجتنب رہیگا۔ دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہ ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔ سوم یہ کہ بلا ناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہیگا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے۔ اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرکے اُس کی حمد اور تعریف کو ہر روزہ اپنا ورد بنائیگا۔ چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہ دیگا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔ پنجم یہ کہ ہر حال رنج و راحت عسر اور یسر و بلا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا۔ بہر حالت راضی بہ قضا ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہیگا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیریگا۔ بلکہ قدم آگے بڑھائیگا۔ ششم یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائیگا۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو

بکلی اپنے اوپر قبول کرے گا۔ اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔ **ہفتم** یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیگا اور فروتنی اور عاجزی و خوش خلقی و حلیمی سے زندگی بسر کرے گا **ہشتم** یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھیگا۔ **نہم** یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیگا۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائیگا۔ **دہم** یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار اطاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہیگا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور ناطوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو

اخبار احمدیہ

خطوط ولایت

ایک مرد اور دو عورتوں کا قبول اسلام

لنڈن میں نماز عید سلطنت برطانیہ کے مرکز شہر لنڈن میں نماز عید الفطر حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے نمبر ۴۔ اسٹار اسٹریٹ ڈبلیو ۲ کی مسجد احمدیہ میں پڑھائی۔ اور خطبہ میں دین اسلام کی خوبیوں کو بیان کیا پہلے سے اعلان کیا گیا تھا۔ بہت سے مسلمان اور نومسلم جمع ہوئے۔ بعض لیڈیاں بھی شامل نماز ہوئیں۔ الحمد للہ کہ اس شہر میں اسلامی عید پر رونق ہوئی۔

قبول اسلام دو نوجوان لیڈیوں نے جن کے نام مس فلاری اور مس ایمی ہیں حضرت مفتی صاحب کے ہاتھ پر دین اسلام قبول کیا ان کے اسلامی نام فہیمہ اور نعیمہ رکھے گئے۔ الحمد للہ ہر دو کی درخواستہائے بیعت بحضور حضرت خلیفۃ المسیح بھیج دی گئی ہیں۔ (پہنچ گئی ہیں ایڈیٹر)

جناب قاضی صاحب کی تبلیغ شمالی انگلستان میں بہت کامیاب ہو رہی ہے۔ ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے اور تصدیق کرنے والوں کی رپورٹ انشاء اللہ اگلی ڈاک میں دیجائیگی۔ ہیسٹنگز میں حضرت مفتی صاحب کا لیکچر عربی عبرانی زبانوں پر بہت کامیاب ہوا بڑے بڑے لائق لوگ اس لیکچر کو سننے کے واسطے جمع ہوئے حضرت مفتی صاحب نے نہایت خوبی سے زبان عربی کی فضیلت تمام زبانوں پر ثابت کر کے یہ بیان کیا کہ آخری شریعت قرآن شریف کے واسطے یہی زبان عربی سب سے زیادہ موزوں اور مستحق تھی۔ اس مشن کا کام دن بدن ترقی پر ہے۔ ماہ جولائی میں حضرت مفتی صاحب کی آمد خطوط وغیرہ پونے دو سو۔ اور روانگی خطوط وغیرہ ساڑھے چار سو ہے۔ چار لیکچر ہوئے۔ قریب دو سو کتب اور رسالے مفت تقسیم کئے گئے۔ والسلام عبد الحی مولوی فاضل۔

لنڈن ۲۳ اگست ۱۹۱۸ء

مکرم السلام علیکم۔ عاجز بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہے امید ہے اگلی ڈاک میں آپ ایک بڑی کامیابی کی خبر سنیں گے۔ انشاء اللہ۔ قاضی صاحب تا حال واپس نہیں آئے۔ ڈاک ہندملی۔ یکم سے ۳۰ جون تک کے خط تھے۔ دعا۔ دعا۔ دعا۔ دعا۔ دعا۔

محمد صادق عفا اللہ عنہ ۹ اگست ۱۹۱۸ء

جناب قاضی عبد اللہ صاحب مانچسٹر انگلستان سے لکھتے ہیں:۔

اس قصبہ میں ایک صاحب سے قریباً دو ماہ سے سلسلہ تبلیغ جاری تھا۔ علاوہ زبانی گفتگو کے انہوں نے چند رسالہ اور اسلامی اصول کی فلاسفی کا مطالعہ کیا۔ سو الحمد للہ کہ آخر حق قبول کیا۔ اور بیعت فارم بذریعہ مفتی صاحب حضرت کی خدمت میں ارسال ہے۔ یہ صاحب یہاں کے پرسین ہیں۔

کچھ عرصہ Salvation army کے ممبر بھی رہ چکے ہیں۔ اس لئے امید ہے۔ کہ اپنے اس نئے علم سے دوسروں کو بھی باخبر کریں گے۔ وعدہ بھی ایسا کرتے ہیں۔ غریب جب ہیں۔ نام مسٹر جی کالڈر ہے اسلامی نام عبد الغنی رکھا گیا۔

جہلم میں لیکچر یہاں پیر جماعت علی صاحب و محمد اعظم گھکڑی نے حضرت مسیح موعود کے متعلق بہت کچھ بدگمانیاں پھیلائی تھیں۔ انجمن احمدیہ جہلم نے اپنے تین اجلاس میں ان کا دفعیہ کیا مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری مولوی غلام رسول صاحب وزیر آبادی نے تقریریں فرمائیں۔

حاضرین جلسہ جو مخالفین کی تقریریں سن چکے تھے احمدی مبلغین کی مدح سرائی اور اپنے غیر احمدی مقررین پر ناراضگی کا اظہار کرتے رہے۔

بنگال میں تبلیغ جناب مولنا عبد الواحد صاحب احمدی مبلغ تحریر فرماتے ہیں کہ

کثرت بارش سے یہاں بہت سیلاب رونما ہیں مگر اس غیر معمولی عذاب سے بے بصیرت لوگ متنبہ نہیں ہوتے۔ وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا پر توجہ نہیں کرتے۔ اور وما نرسل بالآیات الا تخویفا سے ہوشیار و خوفزدہ نہیں ہوتے اور باوجود دعوی عقل و فہم کچھ نہیں سوچتے۔ بلکہ ختم قسمت قلوبکم کے مصداق نظر آتے ہیں۔ چونکہ کثرت بارش آسانی نقل و حرکت سے مانع تھی۔ اس لئے تحریری تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔ سلہٹ نواکھالی۔ بیرسال سے آئے ہوئے خطوط کے جوابات دیئے۔ اردو و بنگلہ اشتہارات و رسائل روانہ کئے۔ نواکھالی کے مولوی عبد الودود صاحب بی۔ اے نے ایک اشتہار بنگلہ زبان میں شائع کیا ہے اور ایک انگریزی کتاب سلسلہ کی مخالفت میں شائع کرنے والے ہیں۔ اشتہار کا جواب انجمن احمدیہ برہمن بڑیہ کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔ جس کا نام طلع منصور در رد عبد الودود ہے ایک رسالہ پادریوں نے بنام حقائق قرآن تا ہیں توجہ اہل اسلام شائع کیا ہے۔ اس کا جواب دقائق زبان

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان - یکم اکتوبر ۱۹۱۸ء

بانیٔ آریہ سماج کی شرمناک تعلیم میں سے کچھ

باغیرت آریہ صاحبان کی توجہ کے قابل

"ستیارتھ پرکاش" کی ضرور اصلاح ہونی چاہیئے

(۱۱)

ہم پیشتر ازیں تفصیل اور وضاحت کے ساتھ یہ ثابت کر چکے ہیں کہ پنڈت دیانند صاحب بانیٔ آریہ سماج نے اپنی کتاب "ستیارتھ پرکاش" میں ایک طرف تو غیر مذاہب کے لوگوں کے متعلق نہایت دل آزار اور رنجیدہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور ان کے مذہبی احساسات کو صدمہ پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور دوسری طرف گورنمنٹ عالیہ کے خلاف اپنے پیرؤوں کو نہایت خطرناک اور نقصان رساں تعلیم دی ہے۔ اس لئے گورنمنٹ کا فرض ہے۔ کہ اسے ضبط کرکے جہاں ہر مذہب و ملت کے لوگوں کی اس تکلیف و رنج کو دور کرے جو "ستیارتھ پرکاش" کی تحریروں سے انہیں پہنچ رہا ہے۔ وہاں اس کی وجہ سے غیر وفادارانہ اور باغیانہ خیالات پیدا ہونے کا بھی سدباب کردے۔ ممکن ہے گورنمنٹ فی الحال اپنی غیر معمولی مصروفیت کی وجہ سے اس طرف توجہ کرنے کے لئے وقت نہ نکال سکے۔ لیکن ہمیں یقین ہے۔ کہ ہماری یہ صدائے احتجاج جو نہایت متانت اور صراحت کے ساتھ بلند کی گئی ہے۔ اگر آج نہیں تو کل ضرور کچھ نہ کچھ نتیجہ پیدا کریگی۔ اس لئے "ستیارتھ پرکاش" کے متعلق گورنمنٹ کو اور زیادہ متوجہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی تھی۔ اور پھر ایسی صورت میں جبکہ تمام وہ آریہ اخبارات جو ذرا ذرا سی بات پر آسمان سر پر اٹھا لینے کے عادی ہیں۔ ہمارے بیان کردہ امور اور پیش کردہ حوالجات میں سے کسی ایک کی بھی تردید نہیں کرسکے تھے۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ وہ ہماری باتوں کو صحیح اور درست تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہو گئے تھے۔ اور ضرورت نہ تھی کہ ہم اس سلسلہ مضمون کو جاری رکھتے۔ اس لئے ہم نے اس کے ختم کرنے کا اعلان کردیا تھا۔ لیکن چونکہ ہمارے اس اعلان کے شائع ہونے کے بعد ایک آریہ اخبار نے محض اس خفت اور ندامت کو مٹانے کے لئے جو اسے ہمارے مضامین کے جواب لکھ سکنے پر اٹھانی پڑی ہے۔ قرآن کریم کی نہایت پاک اور بے عیب تعلیم پر بالکل لغو اور بیہودہ اعتراضات شروع کردیئے ہیں۔ اس لئے جہاں ہم ان اعتراضات کی لغویت کو روشنی میں لا رہے ہیں۔ وہاں یہ بتلانے کی بھی ضرورت ہے کہ قابل اعتراض قرآن کریم کی تعلیم نہیں ہے۔ جس کے بے نظیر ہونے کا غیر مذاہب کے محققین بھی اعتراف کر چکے ہیں۔ بلکہ "ستیارتھ پرکاش" کی تعلیم ہے۔ جس پر اس کے ماننے والے بھی کھلے بندوں عمل پیرا ہونے کی جرأت نہیں رکھتے۔ پھر اخلاق و تہذیب سے گری ہوئی باتیں قرآن کریم میں درج نہیں ہیں۔ جس کے احکام کے آگے تمام مہذب دنیا طوعاً و کرہاً سر تسلیم خم کر رہی ہے۔ بلکہ اس "ستیارتھ پرکاش" میں ہیں۔ جس کی باتوں پر اس کے ماننے والوں کو بھی علی الاعلان عمل پیرا ہونے کی جرأت نہیں ہے۔ پس اس غرض کے لئے ہم اس سلسلہ کو جاری کرتے ہیں۔ مگر اس رعایت کے ساتھ کہ اس میں ہمارے مخاطب خود باغیرت آریہ صاحبان ہونگے۔ اور انہیں سے ہم دریافت کریں گے کہ کیا آپ لوگوں کو غیرت اور شرافت "ستیارتھ پرکاش" کی اس تعلیم پر عمل پیرا ہونے کی اجازت دیتی ہے اگر نہیں دیتی اور یقیناً نہیں دیتی۔ جیسا کہ آج تک کسی ایک باغیرت آریہ صاحب نے بھی کھلے طور پر عمل کرکے یا کرا کے نہیں دکھلایا۔ تو آپ لوگ مہاتما منشی رام کی طرح کیوں اس کے خلاف آواز نہیں اٹھاتے۔ اور کیوں اس کو نکال نہیں دیتے۔

اس مضمون میں ہم "ستیارتھ پرکاش" کی جس تعلیم پر آریہ صاحبان کو توجہ دلانا چاہتے ہیں وہ "نیوگ" کی تعلیم ہے۔ جس کی مختصر سی تعریف پنڈت دیانند صاحب ہی کے الفاظ میں یہ ہے کہ

"وواہ کے بعد خاوند کی وفات وغیرہ سے جدائی ظہور میں آنے پر خواہ نامردی وغیرہ دائمی امراض کی صورت میں عورت کا اپنے ورن یا اپنے سے اعلیٰ ورن کے مرد سے یا مرد کا بوقت لاچاری جو اولاد کا حاصل کرنا ہے۔ وہ نیوگ

کہلاتا ہے۔" (ستیارتھ صفحہ ۱۲۰)

اگرچہ نیوگ کی مذکورہ بالا تعریف کے الفاظ بڑے غور و فکر اور سوچ بچار کے تجویز کئے گئے ہیں۔ اور ان کا حلقہ اثر بہت وسیع اور ان کے معانی و مطالب میں بہت کچھ وسعت پائی جاتی ہے۔ تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نیوگ کی تمام ان تشریحات پر یہ تعریف حاوی ہے۔ جو پنڈت صاحب نے "ستیارتھ پرکاش" میں فرمائی ہیں اور حاوی ہونا تو الگ رہا انھیں سامنے رکھ کر دیکھو تو یہ درست بھی ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ ہم آگے چل کر بتائیں گے۔ اور ثابت کریں گے کہ نیوگ کی یہ تعریف بالکل غلط ہے۔ کہ ایک عورت کا غیر مرد کے ذریعہ یا ایک مرد کا غیر عورت کے ذریعہ بوقت لاچاری جو اولاد کا حاصل کرنا ہے وہ نیوگ کہلاتا ہے۔ فی الحال ہم نیوگ کی مذکورہ بالا تعریف سے صرف اتنی بات ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں۔ کہ ایک عورت کا اپنے خاوند کے مرنے کے بعد یا اس کی عین حیات میں ہی غیر مرد سے ایسا تعلق پیدا کرنا جس کے نتیجہ میں اولاد ہو جایا کرتی ہے۔ یا ایک مرد کا اپنی عورت کے مرنے کے بعد یا اس کی زندگی میں ہی غیر عورت سے وہ تعلق جوڑنا جس سے بچے پیدا ہوا کرتے ہیں۔ نیوگ کہلاتا ہے۔

بیوہ عورت کے لئے نیوگ

اب اس کی تفصیل سنئے۔ بیوہ عورت کو وید اقدس جو حکم دیتا ہے۔ اور موجودہ زمانہ میں پنڈت دیانند صاحب کو بیدک دھرمی بیوہ عورتوں تک جس کے پہنچانے کا فخر حاصل ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ: "اے بیوہ عورت تو اس مرے ہوئے خاوند کی امید چھوڑ کر باقی مردوں میں سے دوسرے زندہ خاوند کو حاصل کر۔ اور اس بات کا خیال اور یقین رکھ کہ اگر تجھ بیوہ کے دوبارہ پانی گرہن یعنی نیوگ کرنے والے خاوند کے لئے نیوگ ہوگا۔ تو یہ پیدا شدہ بچہ اسی نیوگ کرنے والے خاوند کا ہوگا۔ اور اگر تو اپنے لئے نیوگ کرے گی۔ تو یہ اولاد تیری ہوگی۔ اسی طرح یقین رکھ اور نیوگ کرنے والا مرد بھی اسی اصول کی پابندی کرے۔"

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۳۵

یہ ہے وہ تعلیم جو پنڈت دیانند صاحب نے بیوہ کے نکاح ثانی کو ناقص قرار دیتے ہوئے وید اقدس سے اس لئے پیش کی ہے۔ کہ آریوں کی جو عورتیں بیوہ ہو جائیں۔ وہ اس پر عمل پیرا ہوں۔ لیکن جہاں تک ہمیں علم ہے ہمارے سننے میں یہ کبھی نہیں آیا کہ فلاں جگہ کسی آریہ بیوہ عورت یا رنڈوے مرد نے اس پر عمل کیا ہو۔ بلکہ برخلاف اس کے آئے دن آریہ اخبارات میں بیوہ عورتوں کے نکاح ثانی پر ہی زور دیا جاتا ہے۔ اور جب کسی بیوہ عورت کی شادی ہوتی ہے۔ تو اس پر بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ابھی کل ہی کی بات ہے۔ کہ قریباً تمام آریہ اخبارات میں بیوہ عورتوں کے متعلق طرح طرح سے ماتم کیا جا رہا تھا۔ کبھی کسی بیوہ کے اسقاط حمل کے واقعہ کو پیش کیا جاتا تھا۔ کبھی کسی بیوہ کے کسی مسلمان کے ساتھ بھاگ جانے کا رونا رویا جاتا تھا۔ کبھی کسی کے عیاشی ہو جانے کا دکھڑا بیان کیا جاتا تھا۔ اور اس کا علاج صرف یہی بتایا جاتا تھا کہ نوجوان بیوہ عورتوں کی دوسری شادی کرنی چاہئے۔ اس کے مقابلہ میں کوئی ایک تحریر بھی تو ہماری نظر سے ایسی نہیں گذری جس میں بیوہ عورتوں کو "ستیارتھ پرکاش" کی مذکورہ بالا تعلیم پر عمل کرنے کی تحریک کی گئی ہو۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہونگے۔ کہ چونکہ آریہ صاحبان کی غیرت ہرگز گوارا نہیں کرتی کہ وہ "ستیارتھ پرکاش" کی تعلیم کے مطابق بیوہ عورتوں کو کھلے طور پر نیوگ کی اجازت دیں۔ اس لئے باوجود یہ جاننے بوجھنے کے کہ بیوہ عورت کی شادی کرنے سے "ستیارتھ پرکاش" میں سختی کے ساتھ روکا گیا ہے۔ وہ اسی پر زور دے رہے ہیں۔ کہ ضرور دوسری شادی کرنی چاہئے۔ اور جس بات کی "ستیارتھ پرکاش" میں نہ صرف اجازت دی گئی ہے۔ بلکہ وید کے منتروں سے اس کو ثابت کیا گیا ہے۔ اس پر عمل کرنا گوارا نہیں کرسکتے۔ شاید کسی کو خیال پیدا ہو۔ کہ ممکن ہے آریہ صاحبان بیوہ عورتوں کو "ستیارتھ پرکاش" کی اس تعلیم پر عمل کرنے دیتے ہوں لیکن در پردہ اور پوشیدہ طور پر اور اس کا بیاہ کی طرح اعلان کرنا پسند نہ کرتے ہوں اس کے متعلق اول تو ہم یہ کہتے ہیں کہ جب بیوہ کی دوسری شادی پر علی الاعلان اس قدر زور دیا جاتا ہے۔ حالانکہ "ستیارتھ پرکاش" اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ تو پھر بیوہ عورتوں کو کیوں کھلے طور پر نیوگ کرانے کی ترغیب و تحریص نہیں دی جاتی۔ کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں ہے۔ کہ باغیرت آریہ صاحبان اس کا اعلان کرنا اپنی عزت اور شرافت کے منافی خیال کرتے ہیں اور اس طرح اس تعلیم سے اپنی بیزاری کا ثبوت دے رہے ہیں۔

علاوہ ازیں جبکہ نیوگ کے متعلق پنڈت دیانند صاحب کا یہ ارشاد ہے۔ کہ

"جیسے علانیہ بیاہ ویسے علانیہ نیوگ" (ستیارتھ صفحہ ۱۳۱)

یعنی جس طرح علی الاعلان بیاہ کی رسومات ادا کی جاتی ہیں۔ اسی طرح نیوگ کی کرنی چاہئیں۔ "جو ایسا نہ کریں وہ گنہگار اور ذات یا راجا کی سزا کے مستوجب ہوں" (ستیارتھ صفحہ ۱۳۲)

تو پھر در پردہ اور پوشیدہ طور پر اس پر عمل کرنا درست نہیں ہوسکتا۔ اس لئے یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ آریہ صاحبان پوشیدہ طور پر اس تعلیم پر عمل کرتے ہیں بات دراصل یہی ہے کہ معزز اور باغیرت آریہ صاحبان اس تعلیم کو قابل عمل ہی نہیں سمجھتے اور عملی طور پر اس سے اپنی بیزاری اور نفرت کا اعلان کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر ہم ان سے یہ گذارش کریں۔ کہ وہ اس تعلیم کو "ستیارتھ پرکاش" سے نکال دیں۔ تو کوئی بیجا نہیں ہے۔ امید ہے وہ اسے غور اور توجہ سے سنیں گے۔

خطبہ جمعہ

دین کیلئے زندگی وقف کرنیکی تحریک

از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی
فرمودہ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۸ء

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

دین کے لئے زندگی وقف کرنیکی تحریک اور اس کا نتیجہ

قریباً ایک سال اس معاملہ پر گذرا ہے کہ میں نے ایک خطبہ جمعہ میں اس بات کی تحریک کی تھی کہ ہماری جماعت میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں۔ جو دین کے لئے زندگیاں وقف کریں۔ اور مناسب تعلیم حاصل کرکے ایسے ذرائع حاصل کریں کہ جن سے کچھ اپنی معیشت کا سامان قوت لایموت کے لئے کرسکیں۔ اور باقی وقت میں خدا کے دین کی اشاعت کریں۔ ان کو جس ملک میں بھیجا جائے۔ جائیں اور اس میں انھیں کوئی عذر نہ ہو۔ جب اور جس حالت میں بھی انھیں حکم دیا جائے۔ وہ فرمانبرداری کے ساتھ چلے جائیں۔ خواہ ان کے دنیاوی کاموں میں اس سے کیسی ہی ابتری پیدا ہو۔

میری اس تحریک پر چالیس پچاس درخواستیں میرے پاس آئیں۔ اس پر ان لوگوں کو جو درخواستیں دینے والوں میں سے قادیان میں تھے جمع کیا گیا۔ اور وہ ذمہ داریاں ایک ایک کرکے ان کو سمجھائی گئیں جو ان پر عائد ہوتی تھیں۔ ان ذمہ داریوں کو سنکر بہت سے لوگوں نے اپنے نام کو واپس لینا مناسب سمجھا اور یہی غرض بھی تھی۔ کیونکہ ممکن تھا وہ زندگی وقف کرنے کے معنی پہلے کچھ اور سمجھتے۔ اور بعد میں انھیں مشکل پیش آتی۔ اس لئے پہلے ہی ان کو ذمہ داریاں سمجھائی گئیں۔ اور بتایا گیا کہ زندگی وقف کرنا کیا ہے؟۔ اپنی خواہشات پر ایک موت وارد کرنا ہوگی۔ اب مشورہ کرلو۔ پھر کسی سے کوئی مشورہ کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ بعد میں اگر ماں باپ۔ عزیز واقارب۔ منع بھی کریں تب بھی حکم کی اطاعت کرنا پڑیگی۔ اس کے نتیجہ میں نام پیش کرنے والوں میں سے اکثر نے استخارہ وغیرہ کے بعد اپنے ناموں کو واپس لیا اور دو تہائی کے قریب باقی رہے جنہوں نے اپنے آپ کو دین کے لئے باوجود ان دقتوں کے سامنے ہونے کے وقف کرنا چاہا۔

ان کو میں نے چار حصوں میں تقسیم کردیا۔ ایک تو وہ تھے جن کو ہم رکھ نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ وہ کسی نہ کسی وجہ سے اس قابل نہیں تھے۔ یا ان کو یہ کام دیا نہیں جاسکتا تھا۔ باقی کے تین حصوں میں سے ایک کے تو یہ سپرد کیا کہ وہ مرکز ہی میں رہیں۔ دوسرا ان کو دینی علوم پڑھانے کی خدمت سپرد کی۔ کہ وہ ان لوگوں کو پڑھائیں۔ جنہوں نے خدمت دین کے لئے وقف ہونے کی درخواست کی ہے۔ اور ایک حصہ جو ابھی اس قابل نہیں تھا۔ کہ باہر بھیجا جاسکتا۔ اس کو کام پر نہیں لگایا گیا۔ جب موقعہ ہوگا۔ دیکھا جائیگا۔ اور تیسرا حصہ وہ تھا جس کو آگے کچھ تعلیم دلانی ضروری تھی۔ اور یہ کہ وہ اپنی تعلیم کو جاری رکھیں اور معلومات کو وسیع کرسکیں۔ ان کو بعد میں ہم کام پر لگا سکینگے۔ اس حصہ میں چودہ پندرہ شخص تھے۔ ان میں سے بھی آہستہ آہستہ کم ہوگئے۔ اس وقت قریباً ۱۰ آدمی باقی ہیں جن میں سے پانچ ایسے ہیں جن کو کالجوں میں تعلیم دلائی جارہی ہے۔ وہ وہاں سے فارغ ہوکر کام پر لگائے جائیں گے۔ چنانچہ جو کالج میں ہیں ان میں سے تین ڈاکٹری میں پڑھ رہے ہیں۔ ایک بنگال میں دو لاہور میں اور تین کو اس جگہ تعلیم دین دلائی جارہی ہے۔

جو لوگ کالج میں ہیں ان کے متعلق اس وقت معلوم ہوگا۔ جب وہ فارغ ہونگے۔ کہ وہ اس وقت اپنے عہد پر قائم رہے ہیں یا نہیں۔ اور ان کے خیالات میں کسی قسم کا تغیر تو نہیں ہوا۔ یہ لوگ جن کو ہم تعلیم دلوا رہے ہیں۔ ان میں سے چند ایسے ہیں جن پر ہمیں کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ باقی سب اپنے خرچ سے تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

جو لوگ تعلیم حاصل کرتے ہیں خدا جانے بعد میں وہ یہی کہدیں کہ ہماری مدت تین سال ختم ہوگئی ہے بہرحال ان کا حال بعد میں معلوم ہوگا۔ کہ وہ کالج کی تعلیم کے بعد نوکری کرتے ہیں یا بعض مشکلات کا خیال کرکے اپنے اس خیال کو چھوڑتے ہیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس نیک ارادے اور نیک نیتی کے باعث ان کو اس خدمت دین کے ارادے میں کامیاب کریگا۔ میں نے تین سال کے لئے زندگی وقف کرنے کا عہد لیا تھا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ممکن ہے ان میں سے بعض زیادہ تکلیف محسوس کرکے اس کو چھوڑنا چاہیں۔ اور اس طرح وہ خدا کے گنہگار ٹھہریں۔ اور منافق بنیں۔ اس لئے میں نے تین سال کے لئے عہد لیا تھا۔ کہ اگر کسی میں کچھ کمزوری بھی ہوگی۔ اور وہ ان تکالیف کو برداشت نہیں کرسکتا ہوگا۔ تین سال گذار دے پھر چاہے چھوڑ دے۔ ورنہ دین کے لئے تین سال کیا ساری عمر کے لئے زندگی وقف کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ محض اس لئے تھا۔ تاکہ جو کمزور ہوں وہ بعد میں وعدہ خلاف نہ کہلائیں۔

دوبارہ زندگی وقف کرنے کی تحریک

اسلام کی حالت اس وقت پکارتی ہے۔ کہ اس کے لئے ساری ہی زندگی وقف کیجائے۔ اور بہت سے لوگ ہوں جو زندگی وقف کردیں۔ اس لئے ایک سال کے بعد میں دوبارہ تحریک کرتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت کے لوگ دین اسلام کی خدمت کے لئے زندگی وقف

کریں۔ اس کام کے لئے ہم نوکر نہیں رکھ سکتے۔ اور نہ نوکروں سے کام ہو سکتا ہے۔ وہ لوگ اپنے آپ کو کامل طور پر وقف کریں۔ اور اپنا بوجھ خود برداشت کریں۔ اور اپنی معیشت آپ پیدا کر کے باقی وقت خدمت دین میں لگا دیں۔ ایسی ہی جماعتیں ہوئی ہیں۔ جو دین کی خدمت کرتی رہی ہیں۔ ہمیشہ جن لوگوں نے دین کو پھیلایا ہے۔ وہ ایسے ہی ہوتے رہے ہیں۔ ملازم اس قابل نہیں ہوتے۔ ایک حد تک تو ملازم رکھے جاتے ہیں۔ خود رسول کریم نے بعض علاقوں اور شہروں میں ملازم رکھے تھے۔ اور وہ بڑے بڑے صحابی تھے۔ خلفاء کے عہد میں بھی ایسا ہی ہوا۔ لیکن وہ لوگ جو لاکھوں کی تعداد میں اسلام کی تائید کے لئے گھروں سے نکلتے تھے وہ ملازم نہیں تھے۔ جس وقت مخالفین اسلام کی سینہ زوریاں اور ظالمانہ حملے حد سے گزر گئے۔ تو ہر ایک صوبہ میں آدمی بھیجے جاتے تھے۔ اور تمام لوگوں کو بلایا جاتا تھا۔ اور وہ بغیر معاوضے جاتے تھے۔

ایسی جماعتیں جب تک نہ ہوں کامیابی نہیں ہو سکتی خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون کامیاب ہوں گے وہ لوگ جو دین کے لئے زندگی وقف کرتے ہیں اس آیت میں ہے ولتکن منکم امۃ سب لوگ زندگی وقف نہیں کر سکتے۔ ایک جماعت ہونی چاہئے۔

پس آج میں پھر تمام جماعت کو تحریک کرتا ہوں جو ہمارے دوست ہیں وہ بھی اور بیرونجات کے بھی غور کریں۔ اور خدا کی توفیق سے بعد استخارہ جن کا شرح صدر ہو۔ اپنے آپ کو پیش کریں۔ ان میں سے جو لوگ اس قابل ہوں گے کہ ان کو اس وقت لگا دیا جائے وہ لگا دئے جائیں گے۔ اور جن میں کمی ہوگی ان کو حسب منشا تعلیم دلائی جائیگی۔ اور جو لوگ جن کو اس وقت کسی کمی کی وجہ سے نہیں لیا گیا تھا۔ ان میں سے بھی پیش کر سکتے ہیں۔ ممکن ہے اب ان کی کمی پوری ہو گئی ہو۔

اس وقت کی تھوڑی خدمت بعد کی زیادہ سے قابل قدر ہوگی

یہ ایک ایسا وقت ہے کہ اس وقت تھوڑی خدمت بعد میں بڑی بڑی خدمتوں سے بہت افضل ہوگی۔ اسلام مٹ رہا ہے۔ پس جو لوگ اس وقت خدمت کریں گے۔ ان کی خدمت زیادہ قابل قدر ہوگی۔

دیکھو اس وقت بعض مسلمان ہیں جو اسلام کے نام پر کروڑوں روپیہ اپنی عمر میں خرچ کرتے ہیں بمبئی وغیرہ میں ایسے مسلمان سیٹھ ہیں جو اسلام کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ نواب صدیق حسن خان نے کئی کتابیں تالیف کیں۔ سینکڑوں روپے خرچ کر کے مفت شائع کیں۔ پھر خوارج کتابیں تصنیف کرتے ہیں۔ اور مفت شائع کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ دینی کتاب بیچنا جائز نہیں۔ باوجود ان مالی قربانیوں کے ان کی قربانیاں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کی قربانیوں کو نہیں پہنچتیں۔ ان میں سے تو کسی نے لاکھ روپیہ بھی خرچ نہیں کیا۔ زیادہ سے زیادہ دس ہزار خرچ کیا ہوگا۔ اور حضرت علی کی مالی قربانی تو کیا ہوتی وہ بہت ہی غریب تھے۔ حتیٰ کہ ان کے والد اس قدر غریب تھے کہ حضرت علی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں لے آئے تھے۔ باوجود ان کی اس قدر تھوڑی قربانیوں کے جو ان سیٹھوں کے مقابلہ میں بہت کم ہیں۔ پھر بھی جو ان کا درجہ ہے۔ وہ ان کو میسر نہیں۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ کیوں؟ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ صحابہ نے جو کچھ خرچ کیا۔ وہ ایسے وقت پر کیا جبکہ اسلام کو بہت ہی سخت ضرورت تھی۔ اور نہایت اخلاص کے ساتھ کیا۔ اور یہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں ضرورت کے مطابق نہیں خرچ کرتے۔ اور نہ ان کی وہ نیت ہوتی ہے۔ پس کسی چیز کی قیمت وقت کے مناسب ہونے سے زیادہ ہوا کرتی ہے۔ یہ لوگ مدرسے بناتے ہیں۔ یہ بیشک قابل قدر چیز ہے۔ مگر اسلام کی سچی خدمت نہیں۔ اور نہ ضرورت کے مطابق ہے۔

آج ہماری جماعت میں جو ایک پیسہ کی قدر ہے وہ بعد میں لاکھوں روپے کی بھی نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس وقت اسلام کو بہت ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اخلاص کو دیکھتا ہے۔ نام و نمود کو نہیں دیکھتا۔ پس وہ جانتا ہے۔ کہ جو شخص ضرورت کے مطابق خرچ کرتا ہے۔ اس کا خواہ پیسہ ہی کیوں نہ ہو۔ ان لاکھوں اور کروڑوں روپیوں پر بھاری ہے۔ جو ضرورت کے مطابق خرچ نہیں کئے جاتے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسلمان تجارت سے ترقی کر سکتے ہیں۔ کچھ صنعت و حرفت میں۔ کچھ تعلیم میں مصروف ہیں۔ لیکن یہ سب لوگ حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اسلام کی خدمت اور سچی خدمت وہ ہے جس طریق پر ہم کام کرتے ہیں کیونکہ خدا نے ہمیں اس طریق پر قائم کیا ہے۔

مسلمان کمزور ہیں۔ اور دنیا کہتی ہے کہ وہ آج گئے کہ کل۔ لیکن ہم تو دنیاوی لحاظ سے ان سے بھی بہت کمزور ہیں۔ وہ جہاں چاہتے ہیں ہمارے آدمیوں کو مار لیتے ہیں۔ اور تکلیفیں پہنچا لیتے ہیں مسلمان مردہ ہیں۔ اور وہ مردے ہمیں مارتے ہیں۔ تو اس سے ہماری کمزوری کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ پس جو ایسے وقت میں قربانی کریگا۔ اور قدم آگے بڑھائیگا خدا کے حضور اس کی اس قربانی اور دین کی راہ میں قدم اٹھانے کی بہت زیادہ قدر ہوگی اگرچہ اس وقت تو جو ہم میں سے دین کے لئے اپنی تمام عمر بھی صرف کرتا ہے کام کے لحاظ سے وہ بہت تھوڑی ہے۔ پس جس طرح صحابہ نے اس تنگی اور ضرورت کے وقت جو کچھ بھی ان کے پاس تھا خرچ کیا۔ اور ساری ہی عمر کو دین کی خدمت میں صرف کر ڈالا۔ اس لئے آج فخر کے ساتھ اور عزت کے ساتھ ان کے نام لئے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہم میں سے جو شخص دین کے لئے اپنی زندگی وقف کرے گا

اس کی قربانی قدر کی نگاہ سے دیکھی جائیگی۔ اور ہمیشہ کے لئے یادگار ہوگی۔

پس اسلام کی خدمت کا یہ وقت ہے۔ جو اس وقت اس کی اشاعت کے لئے زندگی وقف کرتا ہے خدا کے حضور میں شرف قبول پائیگا۔ کیونکہ وہ آواز جو تیرہ سو برس پہلے بلند ہوئی تھی کہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر وہ آج بھی بلند ہو رہی ہے۔ جو اس پر لبیک کہیگا۔ خدا تعالیٰ اس کا ولی ہوگا۔ اس لئے جماعت کے لوگوں کو چاہئے کہ وہ غور کریں۔ ضروریات وقت کو سمجھیں اور استخارہ کریں۔ اور اپنی زندگیوں کو پیش کریں جو ایسا کریں گے وہ خدا سے ابدی انعاموں کے وارث ہونگے۔

النظر

انوکھی اُستانی

جناب ماسٹر احمد حسین صاحب فریدآبادی۔ مالک احمدیہ

کمیشن ایجنسی قادیان سلسلہ حقہ احمدیہ کے پرانے اہل قلم اصحاب میں سے ہیں۔ آپ نے جماعت احمدیہ کی مستورات کے لئے ایسے لٹریچر کی ضرورت محسوس کرکے جس میں مذہبی پہلو نمایاں ہو ایک سلسلہ تالیفات علیل الصحت رسالوں کی صورت میں شروع کیا ہے۔ کیونکہ ایک محض نصیحت ذرا خشک مضمون سمجھا جاتا ہے۔ دوسرے مستورات کو بالطبع یہ رنگ مرغوب ہوتا ہے

اس سلسلہ کا پہلا نمبر " پنجاب کی سوغات " پہلے شائع ہو چکا ہے۔ اور دوسرا نمبر رسالہ زیر ریویو ہے۔ جس کا نام " انوکھی استانی " ہے۔ اس کی زبان اچھی ہے۔ جس میں زنانہ محاورات اور طرز گفتگو کو عمدگی سے نبھایا گیا ہے۔ اور رسالہ کو ہر طرح دلچسپ اور دل آویز بنانیکی کوشش کی گئی ہے۔ سفید کاغذ پر اعلیٰ لکھائی چھپائی کے ساتھ چھوٹے سائز کے ۷۰ صفحات پر شائع ہوا ہے جن میں ۲ صفحے ان خاص محاورات و الفاظ کی فرہنگ کے ہیں۔ جو اس میں جابجا

روئداد مباحثہ موضع گوڑیالہ

مسئلہ وفات مسیح پر گفتگو کی دعوت۔ اور مخالف مولوی کا اس سے انکار

مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی باوجود ضعف و علالت طبع کے ۲۷ جولائی ۱۹۱۸ء کی صبح کو یہاں پہنچ گئے۔ آتے ہی آپ نے غیر احمدی مناظر کو جس سے پہلے میری خط و کتابت در بارہ مباحثہ جاری تھی۔ خط لکھا کہ مسئلہ حیات و وفات عیسیٰ علیہ السلام و صداقت دعاوی حضرت مسیح موعود پر خواہ عام مجلس میں۔ خواہ خاص میں گفتگو کر لیں۔ بندہ حاضر ہے۔ شرائط وہی ہونگے جو موضع کرلووالے مباحثہ میں آپ نے منظور کئے تھے۔ اور اگر تا دان کے آپ دلدادہ ہیں جیسا کہ آپ کی حال کی تحریروں سے پایا جاتا ہے۔ تو بسم اللہ اسی طرح سہی۔ مگر اس صورت میں مباحثہ تحریری ہوگا۔ اور فریقین کے پرچے ثالث کے حوالے کر دئے جاویں گے۔ ثالث کے لئے یہ شرط ہوگی کہ وہ فیصلہ کو قسم کے ساتھ۔ جو مؤکد بعذاب الٰہی ہو تحریر میں لاوے۔ اور فیصلہ کے بعد اپنی تحریر فیصلہ پر یہ لکھے کہ " خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ فیصلہ میں نے نہایت ہی نیک نیتی۔ عدل و انصاف کو مد نظر رکھ کر دلائل اور وجوہات کی بنا پر کیا ہے۔ اگر اس فیصلہ میں کسی طرح کی خیانت شرارت یا رعایت اور طرفداری سے کام لیا گیا ہے۔ تو خدا تعالیٰ مجھے ایک سال کے اندر اندر سخت سے سخت عذاب میں مبتلا کرے۔ پھر اگر وہ ثالث اس فیصلہ کے ایک سال بعد تک مامون و مصئون رہا تو اس کے بعد رقم تاوان جس کے حق میں فیصلہ ہوگا اسے دیدی جاویگی۔ آپ نے ایسی شرط سے گھبرانا نہیں کیونکہ اس کا اثر فریقین پر مساوی ہے۔ اور بمقولہ طویلہ کی بلا بندر کے سر پر " اس کا بوجھ ثالث کے سر ہوگا۔ خواہ وہ حق کے ساتھ فیصلہ دے۔ خواہ بے انصافی سے " الخ اس خط کا جواب اس نے تحریری تو نہ دیا۔ البتہ اپنے ڈیرہ پر جہاں اس کے بہت سے ہم مشرب لوگ جمع تھے۔ خاکسار راقم اور مولوی صاحب کو بلایا۔ تا شرائط وغیرہ کے متعلق زبانی فیصلہ کر لیں۔ ہم فوراً وہاں پہنچے۔ السلام علیکم کے بعد۔ کچھ دیر تک سابقہ مباحثوں کا ذکر اذکار ہوتا رہا۔ جو ان دونوں مولوی صاحبان کے درمیان مقام کوٹلہ ناڑ ہوئے تھے۔ آخر مولوی غلام رسول صاحب نے فرمایا۔ معزز حاضرین کیا اچھا ہو۔ کہ شرائط وغیرہ میں وقت ضائع کرنے کی بجائے۔ اسی مجلس میں مولوی صاحب (محمد حسین) حیات مسیح پر قرآن و حدیث سے دلائل دیں۔ اور اس کے جواب میں مجھے تقریر کرنے کی اجازت دی جاوے۔ یا میں وفات عیسیٰ علیہ السلام پر دلائل دیتا ہوں اور مولوی صاحب اس کی تردید کریں۔ کیونکہ یہی ایک اہم مسئلہ ہمارے اور آپ کے درمیان مابہ النزاع ہے۔ اگر ثابت ہو جاوے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر موجود ہیں۔ تو ہم بغیر کسی حیل و حجت کے اس وقت موجودہ عقیدہ سے توبہ کرلیں گے زیادہ بحث و مباحثہ کی حاجت ہی نہ رہیگی۔ اگر حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت ہو گئی۔ تو پھر مرزا صاحب کے دعاوی کے متعلق گفتگو ہو جائیگی کہ آیا وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں یا نہیں۔ وفات مسیح علیہ السلام کے متعلق غیر احمدی مناظر نے نہ صرف اسی وقت گفتگو کرنے سے پہلو تہی کی۔ بلکہ آئندہ بھی اس امر پر مباحثہ کرنے سے قطعاً انکار کر دیا۔ اور کہا صرف صداقت مسیح موعود پر پندرہ پندرہ منٹ کی باری سے بعد دوپہر کل مباحثہ ہوگا۔

صداقت مسیح موعود پر گفتگو اور مخالفین کی ناکامی

چنانچہ ۲۸ جولائی کو ۲ بجکر [illegible] گھنٹہ تک

نہایت امن و چین سے بحث ہوئی۔ لوگ بالخصوص غیر مسلم یعنی سکھ صاحبان ہمارے مولوی صاحب کی تعریف میں رطب اللسان پائے گئے۔ ۲۹ کو ابھی ایک گھنٹہ وقت باقی تھا کہ غیر احمدی مناظر نے گھبرا کر لوگوں کو اٹھ کھڑا ہونے کا اشارہ کر دیا جس پر لوگ کھڑے ہو گئے۔ گویا مباحثہ ختم ہو گیا ہر چند لوگوں کو کہا گیا۔ کہ ابھی ایک گھنٹہ وقت باقی ہے۔ فریقین کی دو دو تقریریں اور ہونگی بیٹھ کر آرام سے سن لو۔ مگر وہ کب ماننے والے تھے۔ آخر بڑی رد و کد کے بعد مانا تو یہ مانا کہ مباحثہ پھر کل ہو۔ اس طرح سے دو دن کے مباحثہ کا خاتمہ ہوا۔ اور تیسرے دن کے مباحثہ کی بنیاد پڑی مگر جب رات ہوئی۔ تو دو آدمی فریق مخالف کے ہمارے پاس آئے۔ اور کہا لوگ اب مباحثہ سننا نہیں چاہتے۔ اگر کل مباحثہ ہوا تو فساد ہو گا بہتر ہے کہ آپ مباحثہ کا خیال اب جانے دیں ہم نے کہا یا تو سیدھے طور پر اقرار کرو کہ ہمارے مولوی میں اب تاب مقابلہ نہیں۔ یا بحث کو جاری رکھو۔ تاکہ حق و باطل میں فیصلہ ہو جاوے ہم میدان مباحثہ میں وقت مقررہ پر کل حاضر ہونگے اور ضرور ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس پر مخالف مولوی نے جھوٹا کہہ کر لوگوں کو ہمارے خلاف ایک آگ سی لگا دی۔ چنانچہ غیر احمدیوں سے جو بعض ہمارے تعلقدار اور خیر خواہ تھے۔ انہوں نے بھی ہمیں مشورہ دیا کہ آج مباحثہ میں نہیں جانا چاہئے۔ ورنہ سخت بے عزت کئے جاؤ گے خیر ایسی حالت میں ہم نے بھی میدان مباحثہ میں جانا مناسب نہ جانا۔ اور حفظ امن کی ذمہ واری سے میدان مقابلہ میں آنے کے لئے انہیں کہا گیا۔ جس پر غیر احمدی مناظر نے لکھا کہ "آپ کا رقعہ پہنچا جس میں حفظ امن کی ذمہ داری کا تقاضا کیا گیا ہے۔ لیکن آپ کا یہ تقاضا بار [illegible] جانا ہے کیونکہ جب دو دن پہلے بحث ہو چکی ہے۔ اور اس وقت تقاضا ذمہ داری نہ تھا۔ [illegible] تو اب بھی اسی طرح بحث جاری رکھ سکتے ہو۔۔۔۔۔۔ اب ہم میدان میں آتے ہیں۔ اگر بحث ہو تو آؤ۔ ورنہ تمہاری مرضی۔ نہ میں آپ کے حفظ امن کا ذمہ وار ہوں نہ آپ میرے ذمہ وار ہوں۔ حاصل کلام دو دن تک حفظ امن تحریری بحث اور میعاد فیصلہ حکم کے متعلق باہم خط و کتابت ہوتی رہی۔ مگر کوئی صورت مناظرہ کی نہ بنی۔ آخر تیسرے روز دو غیر احمدی معززین نے جو پہلے دو دن مباحثہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اور مباحثہ کے لئے اشتیاق ظاہر کرتے تھے جب ہمیں یقین دلایا۔ کہ ہماری موجودگی میں انشاء اللہ دنگہ فساد کسی طرح کا نہیں ہوگا۔ آپ بلاخوف و خطر مباحثہ کریں۔ تو پھر میدان مقابلہ میں ہم گئے۔

اس دن صرف ڈیڑھ گھنٹہ کی بحث میں ہی ہمارے فاضل مناظر نے اپنے مد مقابل کا قافیہ تنگ کر دیا جس پر ناچار اسے بحث بند کرنے کی سوجھی۔ چنانچہ جب غیر احمدی مناظر کی تقریر ختم ہوئی۔ تو اس نے اشارے سے لوگوں کو سمجھا دیا کہ اٹھ کھڑے ہوں چنانچہ ادھر تقریر ختم ہوئی اُدھر لوگوں نے شور مچا دیا۔ کہ بس بس اب بحث بند کر دی جائے۔ اس سے زیادہ اب ہم کچھ سننا نہیں چاہتے۔ اور نہ ضرورت ہے۔ بہتیرا کہا گیا کہ ابھی اڑھائی گھنٹہ بحث کا وقت باقی ہے۔ بحث کرو۔ مگر کسی نے کان نہ دھرے۔

تینوں دن کی بحث کا خلاصہ حسب ذیل ہے

احمدی مناظر نے بحیثیت مدعی قرآن کریم سے مرزا صاحب کی صداقت پر تین معیار پیش کئے۔

صداقت مسیح کا پہلا معیار

معیار اول ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بآیاتہ انہ لا یفلح الظٰلمون پیش کر کے فرمایا۔ دیکھو اس آیہ شریفہ میں اللہ تعالیٰ دو شخصوں کو اظلم قرار دیتا ہے۔ (۱) مفتری علی اللہ۔ یعنی ایسے شخص کو جو اس بات کا مدعی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے الہام اور وحی سے مشرف فرما کر دنیا کی اصلاح کے لئے مامور کیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نہ اسے شرف مکالمہ بخشا ہو نہ اسے دنیا کی ہدایت و اصلاح کے لئے مامور کیا ہو (۲) اس شخص کو جو سچے مامور مرسل و نبی اللہ کا انکار کرے۔ پھر خود ہی ظالموں کی شناخت کا ایک گر بھی بتا دیا۔ تاکہ ان کے پہچاننے میں کسی کو دھوکہ نہ لگے۔ وہ کیا۔ یہ کہ انہ لا یفلح الظٰلمون یعنی ظالم اپنے ارادوں اور مقاصد میں کامیاب نہیں ہوتے اب دیکھنا چاہئے کہ مرزا صاحب اور ان کے مکذبین میں سے کون کامیاب ہوا۔ سو واضح ہو کہ مرزا صاحب کا دعویٰ مہدی مسیح اور نبی اللہ ہونیکا تھا۔ اور ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ مجھے میرے دعاوی میں راستباز اور سچا مان لیں اور ایسے ماننے والوں کی ایک جماعت قائم ہو جاوے۔ مکذبین کا اس کے خلاف یہ مقصد تھا کہ لوگ مرزا صاحب کو مہدی مسیح اور نبی نہ مانیں وہ تباہ و برباد ہو جائیں۔ ان کا کوئی نام لیوا دنیا میں نہ رہے چنانچہ گروہ مخالفین نے اپنے مقصد کے حصول کے لئے ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا۔ مگر دیکھ لو ان کو کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ اور مرزا صاحب کو سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے مسلمانوں بلکہ مذاہب مختلفہ سے مانا۔ ان کے دعوے میں ان کو راستباز اور سچا یقین کیا۔ روئے زمین پر کوئی براعظم بلکہ کوئی ملک ایسا نہیں جس میں مرزا صاحب کے جان نثار مرید کم و بیش تعداد میں نہ پائے جاتے ہوں کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے۔ کہ مرزا صاحب اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے۔ جو معیار صداقت صادقین ہے۔ اور کیا برخلاف اس کے ان کے مخالفین کا اپنے مقصد میں ناکام رہنا ان کے اظلم ہونے پر مہر نہیں کرتا ہے۔

دوسرا معیار

ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین۔ پیش کر کے فرمایا اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر محمد صلعم ہم پر کوئی بات بنا تا۔ تو ہم اُسے پکڑ کر اس کی رگ جان کاٹ ڈالتے۔ یعنی ہلاک

کر دیتا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بصورت تقول علی اللہ جب یہ سزا عند اللہ مقرر ہے۔ تو دوسرا کون ہے جو ایسے جرم کا مرتکب ہو کر ہلاکت اور موت سے بچ سکے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کا محمد صلعم کے زمانہ نبوت سے بھی زیادہ عرصہ تک دعوے کرنے کے بعد زندہ رہنا ان کے صدق پر قرآنی معیار کے روسے ایک روشن دلیل ہے۔ اگر مرزا صاحب تقول علی اللہ کرتے تو حسب فرمان ایزدی وہ بھی فوراً ہلاک ہو جاتے۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب اپنے دعاوی میں سچے ہیں۔

تیسرا معیار

وماکنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا پیش کر کے بیان فرمایا۔ کہ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم دنیا کو عذاب کرنے والے نہیں۔ مگر اس صورت میں کہ کوئی رسول دنیا میں مبعوث کریں۔ گویا اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ عذاب کسی رسول کی بعثت کے بعد ہی ہمیشہ نازل کرتا ہے۔ سو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہ زمانہ جس میں ہم ہیں مختلف قسم کی آفات کے نزول کا زمانہ ہے۔ کہیں نئے نئے عوارض اور بیماریوں سے لوگ تباہ ہو رہے ہیں تو کہیں بھونچال اور طوفان غضب ڈھا رہے ہیں کہیں جنگ عظیم کی آگ دوزخ کا نظارہ دکھا رہی ہے۔ غرض دنیا پر نہایت تکالیف و مصائب کے دن ہیں اگر مرزا صاحب اس زمانہ کے رسول نہیں ہیں۔ تو کسی اور مدعی نبوت کا پتہ دو جس کی شہادت کے لئے نت نئے عذاب رونما ہو رہے ہیں۔ آخر کوئی تو رسول عذاب سے پہلے ہونا چاہئے۔

مخالف مولوی کا جواب اور ہمارا جواب الجواب

ان تینوں معیاروں میں سے معیار سوم کے متعلق تو مخالف مولوی نے زبان تک نہ ہلائی البتہ معیار اول و دوم کے بارے میں کچھ بیہودہ سرائی کی۔ چنانچہ اس نے بیان کیا کہ سوامی دیانند اور مہدی جونپوری دو ایسے شخص ہوئے ہیں۔ جو مہدی مسیح اور نبی وغیرہ کچھ بھی حقیقت میں نہ تھے۔ مگر وہ دونوں اپنی اپنی قوم میں پیشوا مانے گئے ہیں۔ اور احمدیوں سے کہیں زیادہ ان کی جماعتیں موجود ہیں۔ تو کیا اس سے ان کا من عند اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ہرگز نہیں ہماری طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ان دونوں معیاروں میں اصل الاصول افتری۔ و تقول علی اللہ ہے۔ جس کی وجہ سے جھوٹا مدعی نامرادی و ہلاکت کا شکار ہوتا ہے۔ سو جب تک آپ ثابت نہ کریں کہ انھوں نے کوئی دعویٰ کیا اور پھر وہ دعوے الہام و وحی کی بنا پر کیا ہے۔ تب تک ان کا نام حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ میں پیش کرنے سے آپ کو شرم کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعود پر اعتراض اور ان کے جواب

جب ان باتوں کے مدلل جواب سے مولوی صاحب عاجز آ گئے تو ناچار پہلو بدل کر فرمانے لگے قرآن کریم میں آتا ہے ماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ اپنی خواہش سے نبی کچھ نہیں بولتا۔ مگر وہی جو اسے وحی ہوتی ہے۔ اور وحی کبھی غلط نہیں ہوتی۔ مرزا صاحب کو بھی چونکہ نبوت کا دعویٰ ہے۔ پھر جب یہی وحی وماینطق عن الھویٰ ان کو بھی ہو چکی ہے۔ تو ضرور ہے جو کچھ انھوں نے بیان کیا اور کہا وحی الٰہی سے ہو اور کبھی خطا نہ جاوے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے کئی ایک پیشگوئیاں کیں جو غلط نکلیں اور پوری نہیں ہوئیں۔ مثلاً محمدی بیگم کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ میرا نکاح اس سے آسمان پر پڑھا گیا ہے۔ مگر محمدی بیگم سلطان محمد نام ایک شخص کے گھر میں اب تک آباد ہے۔ حالانکہ مطلقہ ہو کر بھی اس کا مرزا صاحب کے نکاح میں آنا الہام سے مفہوم ہوتا ہے۔ ایسا ہی عبد الحکیم کے متعلق مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی تھی کہ وہ میری زندگی میں ہلاک ہوگا۔ وہ تو صحیح سلامت اب تک موجود ہے مگر مرزا صاحب فوت ہو گئے۔ اگر یہ پیشگوئیاں منجانب اللہ وحی الٰہی سے ہوتیں بلکہ ہوائے نفس اور شیطانی القا سے تھیں۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب اپنے دعوے میں ہرگز سچے نہیں ہیں۔

ان وساوس کا جواب فاضل راجیکی نے منہاج نبوت کے رو سے کئی رنگوں میں نہایت شرح و بسط سے دیا۔ مگر میں مختصراً عرض کروں گا۔

عبد الحکیم کے متعلق فرمایا۔ اس کی پیشگوئی اول تو اس لئے کچھ قابل وقعت نہیں کہ اس سے پیشتر حضرت مرزا صاحب اپنی موت کے متعلق الوصیت میں مفصل طور پر کئی الہامات شائع کر چکے تھے۔ جن کی نسبت سابقہ تجربہ کی بنا پر وہ یقین رکھتا تھا کہ یہ الہامات ضرور پورے ہوں گے۔ اور ان کے مطابق مرزا صاحب کی موت تو بہت جلد ہونے والی ہے۔ چلو ہم بھی ایک ڈھکوسلا جڑ دیں۔ دوسرے وہ ڈھکوسلا درست نکلتا تو بھی کچھ بات تھی۔ مگر وہ بھی درست نہ بیٹھا۔ چنانچہ اول تین سال کی مدت میں اس نے مرزا صاحب کی موت و ہلاکت کو محدود نہ کیا۔ پھر اس پر قائم نہ رہا۔ اور چند ماہ کے بعد چودہ مہینے موت کی حد مقرر کی۔ پھر اس پر بھی اللہ تعالےٰ نے اس کو قائم نہ رہنے دیا۔ تاکہ اس طرح سے لوگوں میں حق مشتبہ نہ ہو جاوے۔ کیونکہ موت تو حضرت مرزا صاحب کی آخر اپنے الہام کے مطابق ہونی ... انہی ایام میں ہونی تھی جن کی طرف آپ کے بعض الہامات مشعر تھے۔ چونکہ اسے یہ کہنے کا موقع مل سکتا تھا کہ مرزا صاحب کی موت میرے الہام کے مطابق ہوئی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس سے تیسری پیشگوئی یہ کرا دی کہ "مرزا ۴ اگست مطابق ۲۱ ساون کو ہلاک ہوگا" حالانکہ اس الہام الہی کے مطابق کہ (یہ ہوگا۔ یہ ہوگا۔ پھر تیرا واقعہ ہوگا) حضرت مرزا صاحب کی وفات ڈاکٹر عبد الحکیم کی تین پیشگوئیوں کے شائع ہونے کے بعد ۲۶ مئی کو ہوئی۔ جس کی طرف تین دفعہ "ہوگا" کا لفظ اشارہ کرتا ہے۔ اور اس طرح سے مرزا صاحب کی حقیت اور ڈاکٹر عبد الحکیم خان کا کذب ظاہر ہو گیا۔

محمدی بیگم کے متعلق فرمایا۔ ہمارے تین جواب ہیں۔

(۱) اس پیشگوئی کا ایک حصہ یہ بھی تھا۔ کہ اگر محمدی بیگم کے والد نے اپنی لڑکی کا نکاح کسی اور جگہ کر دیا تو وہ خود اور اس کا داماد تاریخ نکاح سے تین سال کے اندر اندر ہلاک ہو جائیں گے۔ اس بات کو مولوی صاحب نے کسی خاص مصلحت سے بیان نہیں کیا۔ پھر جیسا کہ مولوی صاحب کو معلوم ہے۔ احمد بیگ نے جب لڑکی کا نکاح اور جگہ کر دیا۔ تو حسب پیشگوئی حضرت اقدس کے تاریخ نکاح سے چند ہی ماہ بعد مر گیا۔ جس سے پیشگوئی کا ایک حصہ پورا ہو گیا۔ جو قرآن کریم کی آیۂ کریمہ ان یک کاذبا فعلیہ کذبہ۔ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم کی رو سے آپ کی صداقت ثابت کرنے کے لئے کافی تھا۔ مگر نہ ماننے والوں کے لئے تو ہزارہا نشان بھی کافی نہیں ہو سکتے۔ غرض احمد بیگ کی موت سے ڈر کر اس کے داماد نے جس کی موت احمد بیگ کی طرح پیش گوئی میں مذکور تھی توبہ کر لی جس سے اللہ تعالےٰ نے اس سے عذاب موت کو ٹال دیا جیسا کہ اس کی قدیم سے عادت ہے۔ اور حضرت یونس نبی۔ اور اس کی قوم کا واقعہ اس بیان پر شاہد ہے۔

(۲) قرآن کریم کی آیات ذیل ما ننسخ من آیۃ او ننسہا الخ یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت الخ وا ذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ الخ ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابھات الخ پڑھ کر کسی مومن کو تو یہ گنجائش رہتی نہیں کہ ایسے لغو اعتراض کرے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ بعض نشانات منسوخ کر کے اس کی جگہ اور نشان اس جیسے یا اس سے بہتر لے آوے۔ یا سرے سے مٹا ہی دیوے۔ یا بعض کو بعض سے بدل دیوے۔ تو پھر زید بکر کو کیا حق ہے۔ کہ ہزاروں نشانات صدق کو ملاحظہ کرتے ہوئے ان کا تو نام نہ لے۔ اور ایک آدھ نشان جو اس کی نظروں میں مشتبہ ہے۔ یا پورا نہیں ہوا۔ ان تمام آیات قرآنیہ کو پس پشت ڈال کر اس پر ہی اپنی تمام تحقیقات کا دارومدار رکھے اگر کوئی ایسا کرتا ہے۔ تو وہ موخر الذکر آیت کی رو سے متشابہات کے پیچھے پڑ کر اپنی کج دلی کا ثبوت دیتا ہے۔ اور خواہ مخواہ لوگوں میں فتنہ و فساد پیدا کرنا چاہتا ہے۔

(۳) جن لوگوں کا اس پیشگوئی سے تعلق ہے اور جن کے حق میں یہ پیشگوئی کی گئی تھی سب سے زیادہ حق اس پیشگوئی کے متعلق اعتراض کرنے کا ان کو تھا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تمام لوگ اس بارہ میں بالکل خاموش ہیں۔ گویا صفحۂ دنیا پر ہیں ہی نہیں اور کئی ایک نے جو اس خاندان کے سربرآوردہ ممبر ہیں سلسلہ حقہ کی حقانیت کو قبول کر کے اپنے آپ کو اس سلسلہ میں منسلک بھی کر لیا ہے۔ اور تو اور خود مرزا سلطان محمد جن کے نہ مرنے کا رونا رویا جاتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی نسبت کمال درجہ کا حسن ظن رکھتے ہیں چنانچہ اپنے ایک خط میں جس کا عکس تشحیذ نمبر ۵ جلد ۸ میں شائع ہو چکا۔ حضرت اقدس کی نسبت یہ رائے ظاہر کرتے ہیں۔ کہ "میں مرزا صاحب مرحوم کو نیک۔ بزرگ۔ اسلام کا خدمتگذار۔ شریف النفس خدایاد پہلے بھی اور اب بھی خیال کر رہا ہوں۔ مجھے ان کے مریدوں سے کسی قسم کی مخالفت نہیں۔ بلکہ افسوس کرتا ہوں کہ چند ایک امورات کی وجہ سے ان کی زندگی میں میں ان کا شرف حاصل نہیں کر سکا" پس کیا اس خاندان کے اکثر ممبروں کا داخل سلسلہ ہونا۔ اور باقیماندہ کا خاموشی اختیار کرنا۔ اس امر پر مہر نہیں کرتا۔ کہ درحقیقت پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔ اور آپ لوگوں کا اس کے متعلق یہ شور مچانا کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی محض ضد اور تعصب کی وجہ سے ہے اگر کوئی خداترس اور منصف مزاج انسان ہوتا تو ان جوابات کے آگے سر تسلیم خم کر دیتا۔ یا کم از کم چپ ہو رہتا۔ مگر مولوی صاحب نے "مُلّا بہ باشد کہ بند نشود" کی مثل کو سچ کر دکھایا۔ اور محمدی بیگم کے ذکر کو بار بار دہرایا۔ حتی کہ ہم تو ہم مخالف بھی پکار اٹھے۔ کہ مولوی صاحب اس ذکر کو جانے دیں۔ مگر اس پر بھی جب وہ باز نہ رہے تو ناچار ہمارے فاضل نے بموقعہ مناسب دریں چہ شک والی مثل کا ذکر فرمایا۔ اور کہا کہ مولوی صاحب آپ کے اعتراضات مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کے متعلق اسی قبیل سے ہیں جیسا کہ انبیاء کے مخالف ہمیشہ سے کرتے چلے آئے ہیں۔ کسی نبی کے نشانات کو تو مخالف تو ہمیشہ انکار ہی کرتے رہے ہیں۔ اور کرتے چلے جائینگے۔ اور تو اور خود محمد رسول اللہ صلعم کے نشانات جو آپ کے نزدیک بھی قابل حرف گیری نہیں ہیں عیسائیوں اور آریوں کے نزدیک نشانات ہی نہیں اور وہ رسول کی ذات ستودہ صفات پر اسی قسم کے اعتراضات کرتے ہیں۔ کہ آپ ان کا کیا جواب دیں گے مگر کیا اس سے یہ ثابت ہو جاویگا کہ آپ نعوذ باللہ سچے رسول نہ تھے۔ ہرگز نہیں سو جس طرح پہلے انبیاء پر ان کے مخالف معترض رہے اسی طرح مرزا صاحب کے مخالف ہمیشہ اعتراض کرتے رہیں گے۔ مگر ان اعتراضات سے ان کا بگڑ یگا کچھ بھی نہیں۔ سعید روحیں ہمیشہ آپ کو قبول کرتی رہینگی۔ قطع نظر مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کے جو تائیدی رنگ میں مومنین کے ترقی ایمان کا باعث ہیں۔ قرآن شریف اور بانی اسلام علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں پر ہی انسان نظر غائر ڈالے تو مرزا صاحب کے ماننے کے لئے انسان مجبور ہو جاتا ہے کیا وہ آسمانی اور زمینی نشان جو قرآن وحدیث میں ان الفاظ ذکر کئے گئے ہیں خسف القمر وجمع الشمس والقمر (قرآن)

ان لمھدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السموات والارض ینکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ

(الحدیث)

جنہوں نے پوری ہو کر دکھا دیا کہ آنے والا آگیا۔ کیا مرزا صاحب کی صداقت پرکھنے کو کافی نہیں۔ مولوی صاحب خدارا اپنے اور لوگوں کے حال پر رحم کرو اور انکار سے باز آؤ۔ آخر خدا اور رسول کو کیا منہ دکھاؤ گے

مباہلہ کا چیلنج اگر مولوی صاحب خیر سے اس گروہ علماء کے فرد اکمل تھے۔ جس کی نسبت نبی کریم کا ارشاد ہے **علماءھم شر من تحت ادیم السماء** شرارت کی راہ سے ہم احمدیوں پر قرآن شریف کی تحریف اور اس کے معانی کے تغیر و تبدل کا الزام لگا کر۔ جب ان نشانات کا بھی یوں انکار کیا کہ یہ سب کچھ تو قیاس آرائی ہوگا۔ مگر مرزائی خواہ مخواہ ان باتوں کو مرزا صاحب کے متعلق پیشگوئیاں بیان کرتے ہیں۔ تو فاضل راجیکی نے بالآخر مباہلہ کے لئے للکارا اور کہا کہ مولوی صاحب قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں اگر آپ کی تسلی کے لئے کافی نہیں تو آئیے خداوند کریم سے دعا کریں کہ ہم دونوں میں سے جو شخص دیدہ و دانستہ حق سے روگردانی کر کے لوگوں کو ضلالت و گمراہی کے گڑھے میں دھکیل رہا ہے۔ اور خود بھی گر رہا ہے اسے اللہ تعالےٰ کسی خارق عادت عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کرے۔ اور جو حق کا حامی ہو حق کی طرف لوگوں کو دعوت کر رہا ہے۔ اس پر خدا اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ اس دعا پر سب لوگ آمین کہیں۔ پھر ایک سال تک اگر مورد لعنت و غضب الٰہی اگر آپ نہ ہوئے تو ہم احمدیت سے توبہ کر لیں گے۔ اور اگر خدا کا غضب ان کو ایک سال میں ہلاک کر دے تو یہ لوگ توبہ کر کے احمدیت کو قبول کریں گے۔ مگر اس طریق فیصلہ کو بھی اس نے منظور نہ کیا۔

خاکسار سلطان عالم مدرس مدرسہ گوٹریالہ ضلع گجرات

ایڈیٹر۔ مندرجہ بالا روئداد کئی دن ہوتے ہمارے پاس برائے اشاعت پہنچ چکی تھی۔ لیکن چونکہ اسکا ایک ہی پرچہ میں شائع ہونا ضروری تھا۔ اور بعض ضروری اور وقتی مضامین کی وجہ سے اتنی گنجائش نہ نکل سکی اسلئے کسی قدر دیر میں شائع ہوئی ہے۔

ہنگامۂ یورپ

غنیم کے جوابی حملے۔ ۲۵۔ ستمبر۔ برطانیہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ہم نے نزاح اور گری کورٹ میں کل شام اور رات کو مزید ترقی کی۔ غنیم نے کئی مرتبہ جوابی حملے کئے اور دو مرتبہ عظیم جمعیت سے گری کورٹ کے شمال میں حملہ آور ہوا۔ مگر دونوں مرتبہ پسپا کیا گیا۔

حیفہ پر انگریزی قبضہ لندن ۲۵۔ ستمبر رائٹر کا نامہ نگار فلسطین سے کل کے ایک پیغام میں قمطراز ہے۔ کہ حیفہ میں جو چند سو ترک رہ گئے تھے۔ انہوں نے آخر دم تک ہماری پیشقدمی کا مقابلہ کیا۔ اور ان کی توپیں برابر اس وقت تک آتشباری کرتی رہیں جب تک کہ گولی بارود کا ذخیرہ ختم ہوا۔ حیفہ کے باشندوں نے جن میں جرمن نو آباد کار بھی شامل تھے برطانیہ کا نہایت سرگرمی سے خیر مقدم کیا۔

سات میل کی پیشقدمی۔ لندن ۲۷۔ ستمبر دو بجے شب۔ شب گذشتہ کی امریکن اطلاع مظہر ہے کہ پہلی فوج نے آج صبح وردون کے شمال و مغرب میں ۲۰ میل کے محاذ پر حملہ کیا۔ اور اوسطاً سات میل تک غنیم کی لائنوں میں گھس گئی۔ امریکن فوج کے بعد دستوں نے جنرل لگٹ کے ماتحت شدید مزاحمت کے بعد متعدد مقامات پر حملہ کیا اور بعض پر قبضہ کر لیا۔ پانچ ہزار سے زیادہ قیدی ہمارے ہاتھ آئے۔

شمالی روس میں جنگ لندن ۲۶ ستمبر رائٹر کو معلوم ہوا ہے کہ اتحادی افواج کے کمانڈر جنرل پول نے دریائے ڈوینا پر معتدبہ ترقی کی ہے۔ اور اس کی دونوں اطراف کو ۵۰ میل کے فاصلہ تک غنیم سے صاف کر دیا۔ وانگا کے محاذ پر زیشوں کی حالت بدستور اندیشناک ہے بولشویکوں کی معتدبہ جمعیتیں جو تربیت یافتہ اور اکثر جرمنوں کی کمان میں ہیں کراس نیو فمسک کی جانب میں اونگا کے شمال کی طرف جنگی کارروائی کر رہی ہیں اس علاقہ میں بولشویک جرمنوں کو مسلسل کمک پہنچا رہے ہیں۔ بولشویکوں کی نئی فوج بالآخر اس ڈوینا پر [illegible]

پر مشتمل ہوگی۔ اور اس کی مجموعی تعداد پانچ لاکھ ہوگی۔ مگر ان میں سے اکثر نخذول اور بیکار ہونگے۔

فلسطین میں کامیابی لندن ۲۶۔ ستمبر فلسطین کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ہمارے رسالہ نے ٹائبریس بیساق اور السمرہ پر جو جھیل طائبریس کے کناروں پر واقع ہیں۔ غنیم کی پرزور مزاحمت کے باوجود قبضہ کر لیا ہے۔ دریائے یردون کے مشرق میں رسالہ نے امان پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور حجاز ریلوے کے ساتھ ساتھ ترکوں کا تعاقب جاری ہے۔ ۱۸۔ ستمبر سے ہمارے نقصانات اسیران جنگ کی تعداد کے دسویں حصہ سے کم ہیں۔

لندن ۲۶۔ ستمبر۔ رائٹر کو معلوم ہوا ہے۔ کہ اسیران جنگ کی تعداد اب ۴۵ ہزار تک پہنچ گئی ہے۔

ترکوں کی نازک حالت لندن۔ ۲۵۔ ستمبر رائٹر کو معلوم ہوا ہے کہ فلسطین میں ۲۶۵ توپیں ہمارے ہاتھ آئی ہیں بیان کیا جاتا ہے کہ دونوں ترکی فوجوں کا بہت کم حصہ بچ [illegible]

ہندوستان کی خبریں

کمانڈر انچیف ہند کو اعزاز ملک معظم نے ہز اکسیلنسی سر چارلس منرو کمانڈر انچیف ہند کو اپنے ایڈیکانگ جنرل کا اعزاز عطا فرمایا ہے۔

مختلف ذاتوں میں نکاح کا رزولیوشن آنریبل مسٹر پٹیل نے مختلف ذاتوں کے ہندوؤں کے مابین شادی بیاہ کے جواز کے بارہ میں مسودہ قانون مجلس وضع قوانین میں پیش کیا ہے۔

ڈکیتیوں میں کمی۔ پنجاب میں ۱۹۱۷ء میں مقابلہ سال ماسبق کے ۳۷ فیصدی ڈاکے کم پڑے۔

بقرعید پر فساد۔ اگرچہ اس دفعہ عید اضحیٰ کے موقع پر عام طور پر امن رہا ہے۔ تاہم بعض مقامات سے افسوسناک خبریں آئی ہیں۔ مثلاً بہار کے سب ڈویژن سیتامڑھی ضلع مظفرپور میں ایک گاؤں راج پٹی پر ہندوؤں نے دھاوا بولا تھا۔ اور کئی ہزار آدمی قلیل التعداد

مسلمانوں پر حملہ کرنے کی غرض سے مجتمع ہوئے۔ یہ دیکھ کر پولیس افسر نے مسلح پولیس کے دو جوانوں کو فیر کرنیکا حکم دیا جس سے دو آدمیوں کے معمولی زخم لگے اور بلوائی خوف کھا کر منتشر ہو گئے۔ ضلع مظفر پور ہی کے ایک اور موضع منوہر چھپرہ میں انسپکٹر پولیس کے اس امر کا یقین دلانے کے باوجود کہ اہل اسلام کسی گائے کی قربانی نہ کریں گے ہندو مخالفت پر آمادہ رہے۔ اور کئی سو آدمیوں نے مسلمانوں کے مکانات کو گھیر لیا۔ ایک موضع کتار تحصیل رڑکی میں بھی ہندو مسلمانوں میں تصادم واقع ہوا۔

بریلی میں نرخ غلہ اس جگہ غلہ ۴ سیر اور ساڑھے چار سیر ہے۔

پارسلوں کے وزن میں تخفیف محکمہ ڈاک نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ یکم نومبر سے آئندہ ہندوستان میں ۵۰ تولہ کی بجائے صرف ۲۰ تولہ کا پارسل روانہ کیا جائے اور اس سے اوپر ۴۰ تولہ کے لئے ۴ محصول عاید کیا جائے۔

ٹرسٹیان علیگڈھ کالج کا فیصلہ کالج کے موجودہ پیچیدہ حالات سلجھانے کے لئے جو کمیٹی بنی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا ہے کہ پروفیسر کراں کا استعفا منظور کر لیا جائے۔ اور مسٹر ٹول پرنسپل کالج لورس بیک سے درخواست کی جائے۔ کہ وہ اپنے استعفوں پر دوبارہ غور کریں۔ اس رپورٹ میں دیگر اراکین اسٹاف کے استعفوں کا ذکر نہیں کیا گیا۔

ایک لاکھ روپیہ کا کپڑا غربا میں تقسیم کرنیکی تجویز معلوم ہوا ہے کہ کلکتہ کے ایک مالدار مارواڑی رائے بہادر شیو پرشاد صاحب نے بنگال میں غربا کو ایک لاکھ روپے کا کپڑا مفت تقسیم کرنیکا اعلان کیا ہے۔

مسٹر محمد علی و شوکت علی معلوم ہوا ہے کہ مسٹر محمد علی و شوکت علی صاحبان کی نظر بندی کے معاملہ پر عنقریب ایک عدالت غور کرنے والی ہے جس میں مسٹر سینڈرس جوڈیشل کمشنر اودھ اور مسٹر جسٹس سید عبدالرؤف جج چیف کورٹ پنجاب شامل ہیں۔

تعزیری پولیس گورنمنٹ پنجاب نے حکم دیا ہے کہ موضع رنیرڑی ضلع منٹگمری کے باشندوں کی بدعنوانی کے باعث وہاں دو سال تک زائد پولیس متعین رہیگی۔

ہز آنر کا دورہ ہز آنر لفٹنٹ گورنر پنجاب ۱۶۔ اکتوبر کے قریب شملہ سے روانہ ہونگے۔ اور ریاستہائے سرمور و کلسیہ کا دورہ کرنے کے بعد مہینہ کے اخیر تک لاہور پہنچ جائیں گے۔

مدراس کے بلوائیوں کو سزا عدالت مجسٹریٹ نے ٹیلس واڑے کے بلوائیوں کے مقدمہ میں حکم سنا دیا ملزمین سے دو کو چھ ماہ کی اور پانچ کو ۴ ماہ کی۔ اور بائیس کو ۳ ماہ کی قید با مشقت کی سزا دیگئی۔

کنیا مہاودیالہ کی پرنسپل کی وفات کنیا مہاودیالہ جالندھر کی پرنسپل شریمتی پنڈتہ ساوتری دیوی کا انتقال ہو گیا۔ یہ اسی مہاودیالہ کی تعلیم یافتہ تھی۔ اور اس نے اپنی زندگی اس زنانہ انسٹی ٹیوشن کے لئے وقف کر رکھی تھی۔

[illegible] قادیان میں ... شائع ہوا